بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ

سادگی کا اعلیٰ نمونہ!

چوہدری محمد یٰسین ظفر
پرنسپل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

اس عالم رنگ و بو میں اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوق پیدا کی۔ اس می سب سے زیادہ اشرف و اکرم حضرت انسان کو بنایا۔ اسے بے شمار خوبیاں ودیعت کیں۔ نیز علم کو وجہ افتخار بنایا۔ بعض کو بعض پر فوقیت دی۔ ''یرفع اللہ الذین آمنو منکم والذین اوتوا العلم درجات'' اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہی مکرم اور محتشم ہے جو جتنا اپنے خالق سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کے محرمات سے بچتا ہے۔ ''ان اکرمکم عندا للہ اتقاکم'' اس پر مستہزاد اللہ تعالیٰ نے انسانی مزاج مختلف بنائے۔ کوئی نرم تو کوئی گرم۔ کوئی خوش مزاج تو کوئی خشک مزاج، کوئی سخی تو کوئی بخیل، کوئی اخلاق حمیدہ سے متصف تو کوئی ذلیل ورذلیل۔

لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا انہی لوگوں کو یاد رکھتی ہے۔ جو اپنے اعلیٰ اخلاق عمدہ طرز عمل اور خوش مزاجی سے دوسروں کو متاثر کرتے رہے ہوں۔ اور اس کے ساتھ حلت وحرمت میں احکام الٰہی کا پابند ہو۔ نہ کسی کی ستائش کے لیے حدود پار کرے۔ اور نہ ہی کسی کی ملامت حق سے روکے۔ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ ان میں ایک اعلیٰ نمونہ جناب مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری رحمہ اللہ تھے۔

مولانا محمد عبداللہ کی سوانح حیات پر بہت کچھ لکھا گیا۔ اور لکھا جاتا رہے گا۔ کیونکہ ایک زمانہ انہیں جانتا ہے۔ تمام شعبہ زندگی سے متعلق لوگوں کے ساتھ ان کے مراسم تھے۔ ان کی زندگی تمام طبقوں میں تقسیم اور عوامی پراپرٹی کی حیثیت حاصل کر چکی تھی۔ ان کی فراغ دلی اور خوش مزاجی کے تمام اسیر تھے۔ ہر وہ شخص جس نے مولانا کے ساتھ ایک دن کی بھی رفاقت اختیار کی۔ وہ یہی سمجھا کہ اس سے بڑھ کر ان کا کسی کے ساتھ تعلق نہیں۔

مولانا مرحوم نے اس وقت تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ جب برصغیر میں قد آور علماء اور ممتاز شخصیات کی جماعت موجود تھی۔ جو اپنے علمی تبحر اور علمی وجاہت کی وجہ سے ہر جگہ مقبول ومنظور تھے۔ ان کی عظمت اور جلال کا یہ عالم تھا۔ کہ ان کی موجودگی میں بات کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ چہ جائیکہ کوئی وعظ، درس یا خطبہ دے۔ یہ اعزاز اور شرف مولانا عبداللہ گورداسپوری کو حاصل تھا۔ کہ انہوں نے وقت کے ان آئمہ فقہا

'مفسرین' محدثین اور ترجمان اسلام کے سامنے متاثر کن تقریں کیں۔ اور توثیق حاصل کی۔ ان عبقری شخصیات میں مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مفسر قرآن مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، ترجمان اسلام قاضی محمد سلمان منصور پوری، خطیب اسلام مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مفکر اسلام مولانا سید محمد داؤد غزنوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمھم اللہ شامل تھے۔ مولانا اپنی ذات میں انجمن تھے۔ عوامی مزاج سے آشنا تھے۔ خصوصاً دیہی علاقوں کی صحیح نمائندگی اور عکاسی کرتے۔ اور ان کی زبان میں وعظ کرتے۔ جو دل میں اترتا چلا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ تقسیم سے قبل بھی آپ جو عوامی خطیب کا درجہ حاصل تھا۔ وہ خود بیان کرتے تھے۔ کہ بعض جگہوں پر لاوڈ سپیکر دستیاب نہ ہوتے۔ لیکن مجمع میں گفتگو کرتے ہوئے ایسے محسوس ہوتا کہ میری آواز دور دراز تک پہنچ رہی ہے۔ مسلمان تو متاثر ہوتے تھے۔ لیکن غیر مسلم (خصوصاً سکھ) بھی جھوم اٹھتے۔ مشکل ترین حالات میں بھی دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ اور دور دراز کا سفر پیدل طے کرتے۔ کسی لالچ یا طمع کے بغیر اسلام کی حقانیت، توحید کی سربلندی اور سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر والہانہ اظہارِ خیال فرماتے۔ مسلمانوں کو علمی زندگی گزارنے اور دوسروں کے لیے نمونہ بننے کی تلقین کرتے تھے۔

مولانا سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ تکلفات سے بے نیاز تھے۔ باوقار لباس زیب تن کرتے۔ اکثر پگڑی باندھتے تھے۔ دیکھنے سے ہی معلوم ہوتا کہ آپ علماء کے اعلیٰ طبقے سے تعلق اور نسبت رکھتے ہیں۔ مولانا کی یہ خوبی تھی کہ نہایت سادہ خوراک لیتے۔ مرغن اور انواع اقسام کے کھانوں سے اجتناب کرتے۔ اکثر فرمایا کرتے۔ کہ میری صحت کا راز یہ ہے کہ میں خوراک کے سلسلے میں بہت محتاط ہوں۔ اکثر جامعہ سلفیہ میں تشریف آوری ہوتی۔ گھر کا کھانا پیش کرتے۔ بڑی سادگی کے ساتھ سالن روٹی کے اوپر رکھ لیتے۔ اور پلیٹ کا استعمال بھی نہ کرتے۔ فرماتے اس طرح روٹی بھی نرم ہو جاتی ہے۔ اور اندازہ بھی صحیح رہتا ہے۔ حتیٰ کہ آخری لقمہ کی لذت دوبالا ہو جاتی ہے۔ چائے شوق سے نوش فرماتے۔

مولانا کا سب سے بڑا امتیاز یہ تھا کہ اکابر علماء کے ساتھ محبت اور تعلق کو بڑی عقیدت سے بیان کرتے۔ اور جب تک وہ زعماء زندہ رہے۔ مسلسل ان کی صحبت میں جایا کرتے۔ اور کئی کئی دن ان کے ہاں ٹھہرتے۔ اور دعائیں سمیٹتے۔ ان کی رحلت کے بعد بھی ان کا تذکرہ خیر اپنی گفتگو دروس، وعظ اور خطبوں میں کرتے۔ اور آبدیدہ ہو جاتے۔ خصوصاً نوجوان علماء کو تلقین کرتے۔ کہ آج ہمیں ایسے علماء کی صحبت میسر نہیں۔ لیکن بار بار ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا کرو۔ تا کہ اندازہ ہو سکے۔ کہ ہمارے اکابر کس درجے

فضیلت کے لوگ تھے۔اوران کا مقام ومرتبہ کیا تھا۔اورانہیں یہ اعزاز کیسے ملا۔اورانکی عملی زندگی کیسی تھی۔

مولانا اپنے ان اکابر کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کرتے۔جب کبھی ایسی جگہوں سے گزر ہوتا۔جہاں یہ اکابر مدفون ہیں۔تو ان کی قبر پر دعا مغفرت کے لیے ضرور جاتے۔اور فرماتے۔یہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے دعا کریں۔جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اسلام کے لیے وقف کیا۔**اللھم اغفرلھم وارحھم**۔اور دین کو اس کی اصلی حالت میں ہم تک پہنچانے کے لیے محنت کی۔اور اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر سازش کو ناکام کیا۔اور ان لوگوں کو بھی بے نقاب کیا۔جو اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔خاص کر قادیانی مسئلے پر بہت جذباتی ہوتے۔اور فرماتے کہ ملعون غلام احمد قادیانی اپنے وقت کا کذاب اور دجال تھا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے مناظروں اور تقریروں میں اسکا صحیح تعاقب کیا ہے۔اور آخرکار فیصلہ کن مباہلہ کے بعد انہیں فاتح قادیان کا خطاب ملا۔جو بالکل برحق اور صحیح تھا۔

مولانا نے طویل عمر پائی۔اپنی زندگی میں بڑے نشیب وفراز دیکھے۔خاص کر تقسیم سے قبل مسلمانوں کی معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی۔فرمایا کرتے تھے۔کہ اس غربت میں دینی حمیت آج کی نسبت بہت زیادہ تھی۔لوگ دین پر عمل کرنے والے کو ہی مسلمان سمجھتے۔اور جو مسلمان صوم وصلوۃ کا پابند ہوتا۔حقے سے اجتناب کرتا مسنون داڑھی ہوتی لوگ اسے وہابی سمجھتے۔گویا دین پر مکمل کاربند آدمی ہی اس معیار پر پورا اترتا۔کہ اسے اہل سنت سمجھا جائے۔قیام پاکستان کے بعد بھی آپ نے اپنا مسکن بورے والہ کو بنایا۔اور تادم مرگ ایک مسجد اور شہر سے وابستہ رہے۔یہ ایک مثالی واقعہ ہے۔لیکن آپ کی دعوت وتبلیغ کا میدان پورا پاکستان تھا۔پنجاب کے علاوہ دیگر صوبوں میں بھی آپ کو دلچسپی سے سنا جاتا۔آپ اکثر بسوں یا ٹرینوں میں سفر کرتے۔اور کبھی بھی جلسہ یا کانفرنس کے منتظمین کے لیے مسائل پیدا نہ کرتے۔اور نہ ہی بوجھ بنتے۔اور نہ ہی آپ کو پروٹوکول لینے کی عادت تھی۔نہ کبھی اس کا تقاضا کیا۔بلکہ آپ سادگی پسند تھے۔اور نہایت خاموشی سے جلسہ گاہ میں تشریف لاتے۔اور سٹیج پر بیٹھ جاتے۔اپنے وقت پر خطاب کرتے اور منتظمین کی اجازت سے رخصت ہوجاتے۔ان علماء اور خطباء کو پسند نہ کرتے۔جو پنڈال میں نعروں کی گونج میں داخل ہوتے۔ان پر پھول کی پتیاں نچھاور کی جاتیں۔فرمایا کرتے یہ اسلاف کا طریقہ نہیں۔اور نہ ہی تقریر میں نعروں کو پسند کرتے۔اپنے آخری سالوں میں کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے ان کے پوتے سہیل اظہر صاحب نے گاڑی رکھی تھی۔جس پر سفر کرتے۔مولانا بہت وضع دار تھے۔اونچ نیچ کا پورا خیال کرتے۔نوجوانوں کی

حوصلہ افزائی کرتے۔اوران کی حسن کارکردگی پرتحسین کرتے۔اور بخل سے کام نہ لیتے۔بلکہ جلسہ عام میں بھی ان کا تذکرہ خیر کرتے۔

جامعہ سلفیہ کے ساتھ بڑی عقیدت ومحبت تھی۔اور فرمایا کرتے۔یہ ہمارے اسلاف کی حسین یادگار ہے۔فیصل آباد تشریف لاتے تو جامعہ سلفیہ میں ضرور قدم رنجہ فرماتے۔جامعہ سلفیہ کی بھی ایک روایت تھی۔کہ اپنے سالانہ جلسوں میں دیگر مقررین کے ساتھ مولانا کو ضرور دعوت دی جاتی۔جسے ہمیشہ شرف قبولیت سے نوازتے۔اور اپنی حاضری کو یقینی بناتے۔آخری دفعہ اپنے حقیقی بھتیجے جناب عبدالوھاب کی رحلت پر تشریف لائے۔اور دوسرے دن جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرمایا۔اور فرمانے لگے۔کہ یہ ادارہ ہمارے ماتھے کا جھومر ہے۔اس سے ہماری آبرو ہے۔اور جامعہ سلفیہ کے اساتذہ کو دعاؤں سے نوازا۔جن کی شبانہ محنت سے آج جامعہ سلفیہ ایک مثالی ادارہ کی شکل میں موجود ہے۔

مولانا مرحوم کا میاں فضل حق کے ساتھ بھی خاص تعلق تھا۔ان کے درمیان احترام کا رشتہ موجود تھا۔مرکزی جمعیت کے اہم اجلاسوں میں شرکت کے لیے لاہور آتے۔تو میاں صاحب کے گھر ضرور آتے۔میاں صاحب بھی ان سے دلی محبت کرتے۔اوران کی قدر کرتے۔میاں فضل کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے میاں نعیم الرحمٰن کے ساتھ بھی وہی احترام کا رشتہ قائم رہا۔اور اکثر ان کے ہاں آتے۔اور پیار ومحبت کی باتیں کرتے۔میاں نعیم صاحب ان کے مزاج سے آشنا تھے۔اور خوب آپس میں دل لگی بھی کرتے۔میاں نعیم صاحب بھی ان کی قدر کرتے اور اپنے والد کے رفقاء کی وجہ سے ہمیشہ ان کی ضرورتوں کا خیال کرتے۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی استقامت اور ثابت قدمی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے۔کہ روز اول سے مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ ہوئے۔آندھی آئی اور طوفان چلے۔مگر ان کے قدموں میں کوئی لغزش نہ آئی۔اور مرکزی جمعیت سے وابستہ رہے۔اور تادم مرگ مرکزی جمعیت کے رکن رہے۔یہ وفاداری کی ایک درخشندہ مثال بن گئے۔بتایا کرتے تھے۔کہ بہت سے مواقع پر اعلیٰ شخصیات دباؤ ڈالتی رہی ہیں۔اور سبز باغ بھی دکھائے۔مگر اپنے بزرگوں سے کیا ہوا عہد میرا قیمتی اثاثہ تھا۔جسے میں کبھی بھی کھونا نہیں چاہتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اکثر مجھ سے ناراض بھی ہوجاتے۔مگر میں اس کی پرواہ نہ کرتا۔البتہ دیگر تنظیموں اور جماعتوں کی قائدین سے قریبی تعلق رکھتے۔اور پورے احترام سے ان کا نام لیتے تھے۔

مولانا بہت ظریف طبع تھے۔مجلس میں بیٹھتے تو ہلکی پھلکی ایسی باتیں کرتے کہ سب کے چہرے

کھل اٹھتے ۔اور دیر تک ان کی باتیں کر کر کے خوش ہوتے۔قدرت نے انہیں ایسا ملکہ دیا تھا کہ تقریر کے دوران ہنساتے اور دوسرے ہی لمحے ایسی بات کہتے۔کہ سب کے آنسو نکل آتے۔آپ کی تقریر میں مختلف موضوعات ہوتے۔جس میں ایک بات خواتین کے حوالے سے ضرور کرتے۔اور شرم وحیا کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ضرور بیان کرتے۔کہ کس طرح انہوں نے بکریوں کو پانی پلایا۔اور کس انداز سے شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی انہیں بلا کر اپنے والد کے پاس لے کر گئی۔فرماتے قرآن حکیم نے یہ واقعہ بیان کر کے ہمیں درس دیا ہے۔آج کی خواتین کو بھی شرم وحیا کے زیور سے آراستہ ہونا چاہیے۔

مولانا محمد عبداللہ مرحوم ہر دلعزیز تھے۔چھوٹے بڑے ان سے پیار کرتے۔وہ گھل مل کر رہنے کے عادی تھے۔ناز ونخرے نہیں کرتے تھے۔حتیٰ کہ خواتین اپنے بچوں کو دم کرانے ان کے پاس آتیں۔آپ پھونک مارتے۔اور وظیفہ بتاتے۔کہ آخری تین سورتیں پڑھ کر خود دم کیا کروں۔ایک دفعہ دعا کی درخواست کی،فرمانے لگے۔اللہ تعالیٰ میری دعا رد نہیں کرتے۔کیونکہ مجھ میں وہ تمام شرائط پوری ہوتی ہیں۔جس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں۔ (1) بوڑھا ہوں (2) سفید ریش ہے۔(3) کثرت سے سفر میں رہتا ہوں۔بلاشبہ یہ اوصاف جس میں ہوں۔اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل ہوا۔لمبی عمر کے ساتھ نیکی،طہارت اور پاکیزگی والی عمر جو دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہی۔اور آخر دم تک اس پر قائم رہے۔سچی بات تو یہ ہے کہ یہی زندگی قابل رشک ہے۔کہ لمبی عمر کے باوجود کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔اور دو تین ہفتے بیمار ہوئے۔اور آخرت کو سدھار گئے۔آپ کی نماز جنازہ بورے والہ ہاسٹل گراونڈ میں ادا کی گئی۔ممتاز عالم دین مولانا ارشاد الحق اثری نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ایک جم غفیر آپ کے جنازہ میں شریک تھا۔جس میں زندگی کے تمام شعبوں سے وابستہ لوگ شامل تھے۔تمام مکاتب فکر کے علماء،سماجی شخصیات،سیاست دان،تاجر برادری،عوام الناس اور سب سے بڑھ کر علماء کی کثیر تعداد نے جنازہ میں شرکت کی۔جب کہ بورے والہ شہر مکمل طور پر بند تھا۔یہاں تک کہ سبزیوں اور پھل فروشوں نے بھی سوگ میں کاروبار بند کیا ہوا تھا۔بورے والہ کی انتظامیہ نے بھی بھرپور تعاون کیا۔اور تمام سہولتیں فراہم کیں تھی۔جامعہ سلفیہ سے ایک وفد شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی،حافظ مسعود عالم،مولانا محمد یونس بٹ اور دیگر علماء کے ہمراہ جنازہ میں شریک ہوا۔اور لواحقین سے اظہار تعزیت کی۔اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین۔